دینی مدارس کا بنیادی مقصد

اور علوم عصریہ کی ضرورت کا احساس

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب
شیخ الحدیث: جامعہ خیر المدارس ملتان

اکابر علماء دیوبند نے دینی مدارس کی بنیاد رکھی، جس کی بنیادی غرض ملک میں دینی عقائد، اعمال اور اخلاق کی حفاظت تھی، اسی لئے انہوں نے دینی مدارس میں انگریزی داخل نہیں کی۔ اس سے متعلق روایتاً جو باتیں اکابر سے بندہ کو پہنچی ہیں ان کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱)...... دارالعلوم دیوبند میں انگریزی تعلیم داخل کرنے کا مشورہ ہوا، مہتمم مدرسہ کی رائے ہوئی کہ انگریزی داخل کر لی جائے، آخر فیصلہ ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ سے دریافت کرلیا جائے، جب حضرت گنگوہیؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم نے تو ''ٹھیٹھ ملاّ'' بنانے ہیں''۔

(۲)...... حضرت تھانویؒ کے پاس وفد آیا کہ طلباء کو انگریزی پڑھائی جائے، تو انہوں نے فرمایا کہ تین صورتیں ہیں:
(۱) انگریزی خوانوں کو دینی تعلیم دی جائے تو وہ اتنے دور جاچکے ہوتے ہیں کہ وہ دین پڑھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔
(۲) دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی کو بھی شامل کرلیا جائے تو نتیجہ اخص، ارذل کے تابع ہوتا ہے، اس لئے طلباء دیندار نہ رہیں گے۔ (۳) علماء کو انگریزی پڑھائی جائے، اس کے لئے مستقل ادارے کھولے جائیں جہاں علماء علوم عصریہ پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مشورہ دینے والے آج آتے ہیں۔ (یعنی پھر کبھی نہیں آئے)

(۳)...... حضرت مدنیؒ انگریزی اور انگریز کی نوکری کو بھی پسند نہ کرتے تھے، تحصیل علم سے فراغت پر طلباء کو فرماتے: ''بھوکے مرجانا انگریز کی نوکری نہ کرنا''۔ چنانچہ جو لوگ مولوی فاضل، منشی فاضل کی ڈگری لے کر ملازمت کرنا چاہتے، عام طلبہ انہیں مولوی پاگل کہا کرتے تھے کہ بے یقین کے مولوی پاگل ہی ہوتا ہے۔

(۴)...... مولانا محمد انور اوکاڑویؒ نے مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ سے نقل کیا کہ ماسٹر منظور احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ تم دین پڑھاؤ میں انگریزی پڑھاؤں گا، مل کر مدرسہ کھولتے ہیں، حضرت مولانا محمد عبداللہ

نے فرمایا کہ حضرت رائے پوریؒ سے دریافت کروں گا، جب حضرت سے دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا: ''دین اور دنیا جب ملتے ہیں تو دنیا غالب آجاتی ہے''۔

(۵)...... حضرت مولانا الیاسؒ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ نے دعوت کا کام شروع کیا ہے اپنے کسی بچے کو انگریزی پڑھالیں تو فرمایا: ''ان کو ادھر کیوں جھونکوں میں انگریزی خوانوں کو کیوں نہ تبلیغ پر لگادوں''۔

(۶)...... شیخ اللہ رکھا سکنہ جلہ ارائیں جو کہ حضرت رائے پوریؒ کے مرید تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کیلئے انگریزی پڑھانے کی اجازت چاہی تو حضرت نے منع فرمادیا۔

اکابر کا اپنے بچوں کے لئے انگریزی تعلیم کو ناپسند کرنا:...... بندہ نے جن اکابر کے سامنے شعور حاصل کیا ان کا مزاج بچوں کو انگریزی تعلیم دلانے کا نہ تھا۔

(۱)...... حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رائے پوریؒ نے کسی بچے کو انگریزی تعلیم نہیں دلائی، اسی طرح ان کے صاحبزادے مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال) نے کسی بچہ کو انگریزی تعلیم نہیں دلوائی۔

(۲)...... حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۳)...... حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۴)...... حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۵)...... حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ نے کسی بچے کو اسکول کی تعلیم نہیں دلائی۔

(۶)...... حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ فرماتے تھے کہ جو عالم دین اپنے بچے کے لئے دینی تعلیم پر انگریزی کو ترجیح دیتا ہے، اس کے مسلمان ہونے میں شک ہے۔

اکابر کی انگریزی سے متعلق تحریرات: (۱)...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

''جس وقت سرسید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی تو انہوں نے اپنے ایک معتمد خاص کو گنگوہ بھیجا، اس لئے کہ حضرت گنگوہیؒ سے ملاقات کر کے مولانا کو یہ پیغام پہنچائے کہ میں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود و ترقی کے لئے ایک کالج کی بنیاد ڈالی ہے، کیونکہ دوسری قومیں ترقی کر کے بہت آگے پہنچ چکی ہیں، مگر مسلمان پستی کی طرف جارہے ہیں، اگر آپ حضرات نے اس میں میرا ہاتھ بٹایا تو میں بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا، جو حقیقت میں مسلمانوں کی کامیابی ہے، غرضیکہ وہ سفیر گنگوہ آئے اور حضرت مولانا کے پاس حاضر ہو کر سلام مسنون کے بعد سرسید کا پیغام عرض کیا، حضرت مولانا نے سرسید کا پیغام سن کر فرمایا کہ بھائی ہم تو آج تک مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کا زینہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں سمجھتے تھے مگر آج معلوم ہوا کہ ان کی فلاح و بہبود اور ترقی کا زینہ اور بھی

کوئی ہے، تو اس کے متعلق یہ ہے کہ میری ساری عمر قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول میں گزری ہے اس لئے مجھے ان چیزوں سے زیادہ مناسبت نہیں اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کا نام لیا کہ وہ ان باتوں میں مبصر ہیں ان سے ملو وہ جو فرمائیں گے اس میں ہم ان کی تقلید کریں گے، کیونکہ ہم تو مقلد ہیں، تو یہ صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے ملے اور سرسید کا پیغام دیا اور اس پر حضرت گنگوہیؒ سے جو گفتگو ہوئی تھی اور اس پر حضرت مولانا نے جو جواب دیا تھا سب حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو سنا دیا۔ حضرت مولانا نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا: بات یہ ہے کہ کام کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ کہ نیت ان کی اچھی ہوتی ہے مگر عقل نہیں، دوسرے وہ کہ عقل تو ہے مگر نیت اچھی نہیں، تیسرے یہ کہ نہ نیت اچھی نہ عقل۔

سرسید کے متعلق ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ نیت اچھی نہیں مگر یہ ضرور کہیں گے عقل نہیں، اس لئے کہ جس زینہ سے مسلمانوں کو وہ معراج ترقی پر لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کا سبب سمجھتے ہیں یہ ہی مسلمانوں کی پستی کا سبب اور تنزلی کا باعث ہوگا۔ اس پر ان مصاحب نے عرض کیا کہ جس چیز کی کمی کی شکایت سرسید نے کی ہے اسی کو پورا کرنے کے لئے تو آپ حضرات کو شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے تا کہ تکمیل ہو کر مقصود انجام کو پہنچ جائے۔ یہ ایسی بات تھی کہ سوائے عارف کے دوسرا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ حضرت مولانا نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ جس چیز کی بنا ڈالی جاتی ہے، بانی کے خیالات کے آثار اس بناء میں ضرور ظاہر ہوں گے اور اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک تلخ درخت کی پود قائم کر کے ایک مٹکے میں شربت بھر کر اور ایک ولی کو وہاں بٹھلا کر ان سے عرض کیا جائے کہ اس شربت کو اس درخت کی جڑ میں سینچا کرو، سو جس وقت وہ درخت پھول پھل لائے گا سب تلخ ہوں گے۔ واقعی ہی عجیب بات فرمائی، میں نے اس تحریک کے زمانہ میں ایک موقعہ پر کہا تھا کہ جس کو تم اب پچاس برس کے بعد سمجھے ہو کہ علی گڑھ کالج کی وجہ سے انگریزیت اور دہریت اور نیچریت پھیلی ہے اور لوگوں کے دین اور ایمان برباد ہوئے اس کو ایک مبصر پچاس برس پہلے کہہ چکے تھے''۔

(ماخوذ از حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات ص ۴۹۱)

(۲)......حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

''حضرت کے ایک عزیز ہیں جو واعظ ہیں انہوں نے اپنے لڑکوں کو انگریزی پڑھائی ہے۔ حضرت ان سے بہت ناراض ہیں، حضرت نے ان کو منع کر دیا ہے کہ میرے پاس خط نہ بھیجا کرو۔ فرمایا کہ انہوں نے اس بات کو گوارا کر لیا انگریزی پڑھانا نہ چھڑایا۔ فرمایا کہ میں نے کہا شرم نہیں آتی وعظ کہتے ہو اور انگریزی اپنے بچوں کو پڑھاتے ہو؟ اگر مولوی نہ ہوتے تو اتنا ناگوار نہ ہوتا اب کیا منہ رہا، منبر پر بیٹھ کر دین کی ترغیب

دینے کا، انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ لڑکے کم عقل ہیں اس لئے علم دین پڑھانے کے قابل نہ تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! اس صورت میں تو ان کو علم دین پڑھانا اور بھی ضروری تھا، کیونکہ اگر کم عقل نہ ہوتے تو ان کے بگڑنے کا اندیشہ نہ تھا، عقل ان کو برائیوں سے روکے رہتی اب جبکہ عقل بھی نہیں اور علم دین بھی نہ ہوگا تو کیا چیز ان کے پاس رہی جو شر اور فتنوں سے محفوظ رکھ سکے۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے آدمی برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ اس کا ان سے کچھ جواب نہ بن سکا"۔ (ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۴۸۹)

فائدہ:...... اس سے حضرت والا کا کمال فہم و تجربہ و فراست اور عزیزوں کے ساتھ اصلی محبت صاف ظاہر ہے۔

(۳)...... حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

"فرمایا کہ جب مدرسہ کی ابتداء ہوئی تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں انگریزی بھی ہونی چاہیے، میں نے مصالح مدرسہ کے خلاف ہونے کے سبب سے منع کیا تو بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ جب معاش اس پر موقوف ہے تو کیا کریں؟...... وہ بولے کیوں صاحبو! اگر کوئی قانون ایسا ہو جاوے کہ نوکری جب ملے گی کہ نصرانی ہو تو کیا آپ کو یہ بھی گوارا ہوگا، تو سب لوگ سن کر چپ ہو گئے۔ (ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۲۲۴)

فائدہ:...... کسی دینی مدرسہ میں انگریزی داخل کر کے دین و دنیا کا ملغوبہ بنانا تجربہ سے سخت مضر ثابت ہوا ہے، اس سے حضرت والا کا تجربہ فراست، انجام بینی، دور اندیشی اظہر من الشمس ہے۔

(۴)...... حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

"ایک مرتبہ (ندوہ میں جہاں دین اور دنیا کی تعلیم کی پہلی بنیاد ڈالی گئی، یہ نظریہ بھی برا نہ تھا) حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا تھا کہ دین کی تعلیم کے ساتھ دنیا کی تعلیم بھی جاری کرا دیجئے تو فرمایا کہ ناپاکی کے ساتھ کبھی پاکی جمع نہیں ہوتی۔ دین کے ساتھ دنیا کو اگر جوڑا جائے تو تجربہ یہ ہے کہ صرف دنیا ہی رہ جاتی ہے ہاں دین کی تعلیم الگ ہو پھر دنیا کی بعد میں ہو جائے، معاش کیلئے تو جائز ہے۔ چنانچہ ندوہ میں تعلیم کی بنیاد ڈالی گئی تو حضرت گنگوہیؒ کے پاس لوگ آئے، حضرت نے فرمایا کہ اصول و مقاصد تو ٹھیک ہیں لیکن دل کو نہیں لگتا کہ دین بھی پورا ہو جائے اور دنیا کی نہج بھی آ جائے۔ یہ دل کو نہیں لگتا۔ لہٰذا میں اس میں نہیں آ سکتا۔ آپ لوگ کریں میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ لیکن پھر لوگوں نے دیکھا کہ انگریزی تعلیم غالب آ گئی اور دین صرف ایک علم بن کر رہ گیا اور عمل سے کوئی واسطہ نہ رہا"۔

(ماخوذ از مجالس مفتی اعظم ص ۳۳۱)

(۵)...... ندوۃ العلماء کے لوگ یعنی مولانا عبد الماجدؒ اور مولانا سلیمان وغیرہ تھانہ بھون آئے تو دیکھا کہ یہاں تو رنگ ہی اور ہے اور دین تو یہی ہے، چنانچہ بیعت کی اور پھر ندوہ کی اصلاح کی فکر ہوئی۔ طے ہوا کہ کوئی عالم بلا کر اصلاح پر

مامور کیا جائے، لوگوں نے میرے (مفتی محمد شفیع صاحبؒ) لئے تجویز کیا کہ ان کو ندوہ بھیج دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ندوہ کے لوگ یہ کہتے ہیں (وکالت اس کا نام ہے کہ اس کا پورا مطلب ظاہر کر دیا جائے اپنی طرف سے کوئی جملہ پسندیا ناپسند کا نہیں بڑھایا کہ جس سے مجھے آپ کی پسند یا ناپسند کا احساس ہو) میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کیا عرض کروں میں تو اپنے اوپر شبہ کرتا ہوں کہ مجھے میں کوئی خامی ضرور ہے جو مجھ پر نظر پڑی اور ان کی اصلاح، یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ یہ تو خود بڑے بڑے چراغ ہیں مجھ پر ہی یہ لوگ غالب آ جائیں گے۔ اس پر فرمایا کہ اس سے بے فکر ہو جاؤ، حق کا ایک ذرہ بھی تمام ظلمت پر بھاری رہتا ہے۔ مگر یہ میرا حکم نہ تھا اور تم نے مفید اور اچھا فیصلہ کیا۔ جی میرا بھی یہ چاہتا تھا۔

(۶)......حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

فرمایا: ''انگریزی کوئی علم نہیں اس کو دین سے کیا تعلق۔ بلکہ اس کو پڑھ کر تو اکثر دین سے بے تعلق ہو جاتی ہے''۔ (ماخوذ از کمالات اشرفیہ ص ۱۱۱ ج ۱۱)

(۷)......قاری محمد عبداللہ صاحب ملتانی (مہتمم جامعہ عبداللہ بن مسعود راولپنڈی) حضرت قاری رحیم بخشؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''میں جب حضرت سے ضبط قرآن سے فارغ ہونے والا تھا تو ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا کہ فارغ ہونے کے بعد کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا: اسکول پڑھوں گا، حضرت نے فرمایا: اسکول میں جانے کے بعد آدمی بگڑ جاتا ہے، باشرع نہیں رہتا اس لئے اسکول نہیں پڑھنا، ہم نے طاہر کو، عبداللہ کو، عبیداللہ کو کوئی اسکول پڑھایا ہے؟ وہ بھی روٹی کھا رہے ہیں نا؟ پھر فرمایا حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ میں اسکول بھی پڑھوں گا اور باشرع بھی رہوں گا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی آگ میں ڈالے اور کہے جلے گی نہیں۔ وہ تو جلے گی اسی طرح جو اسکول پڑھے گا وہ بگڑے گا۔ پھر حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا ایک ساتھی بہت اچھا قرآن پڑھتا تھا مجھے رشک آتا تھا لیکن اس نے اسکول کی تعلیم حاصل کی اور اب وہ پروفیسر ہے، داڑھی بھی چھوٹی چھوٹی رکھی ہوئی ہے، نماز کبھی پڑھ لی کبھی رہ گئی، یہ حال ہے، یہ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ہوا ہے لہٰذا اسکول نہیں پڑھنا۔ (بحوالہ تذکرۃ الشیخین: صفحہ ۹۔۲۷۸)

ایک مباحثہ:......جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ حکومت میں جامعہ خیر المدارس میں ایک وفد آیا، جس میں کچھ پروفیسر بھی تھے، انہوں نے پہلے مدرسہ کے حالات دریافت کیے، یعنی اساتذہ کی تعداد، طلبہ کی تعداد، رجسٹر حاضری، تنخواہوں کی ادائیگی اور سندات جو جاری کی جاتی ہیں ان کی اقسام وغیرہ۔ جب بندہ نے انہیں سندوں کی اقسام دکھائیں، مثلاً: سند الفراغ، سند القرأۃ، سند حفظ قرآن، سند تعلیم النساء تو ان میں سے ایک کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ یہ تو یونیورسٹی ہے۔ جب ان کو جامعہ کے نظام کے متعلق تسلی بخش جواب مل گئے تو اب انہوں نے سوالات شروع کیے جن کو مع جوابات تحریر کیا جاتا ہے:

سوال:......کیا آپ دینی مدرسہ میں علوم عصریہ داخل کرنے کے حق میں ہیں؟

جواب:......بندہ نے جواب دیا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

سوال:......کیوں؟

جواب:......ہمارے مدارس میں جو حفاظتِ دین کی تحریک ہے، اس تعلیم سے وہ متاثر ہوتی ہے۔

سوال:......وہ کیسے؟ وہ کیسے؟؟!

جواب:......ہم نے قرآن کا سو فیصدی حافظ دینا ہے، حدیث و اسلامی فقہ کو محفوظ رکھنا ہے۔ اب اگر مدارس میں علوم عصریہ داخل کر دئے جائیں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک من بوجھ اٹھانے والے پر دو من بوجھ ڈال دیا جائے تو اس سے برداشت نہ ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مدارس کے نصاب میں کمی کر دی جائے تو حفاظتِ دین کی تحریک متاثر ہوتی ہے۔ یہ تاریخ اور جغرافیہ نہیں کہ ۲۵ فیصدی نمبر لینے والے کو بھی ڈگری دیدی جائے، یہاں تو سو فیصدی حافظ بنانا ہے۔

سوال:......پھر ان کے معاش کا کیا فکر کریں گے؟

جواب:......قلم در کف دشمن است۔ قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے، یعنی انگریزی خواں کے ہاتھ میں، وہ ہمارے مدارس کے تعلیم یافتہ کو ناخواندہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے مدارس کا فاضل، تاریخ پڑھا سکتا ہے، جغرافیہ پڑھا سکتا ہے، اردو پڑھا سکتا ہے، فارسی پڑھا سکتا ہے۔ کیا مدارس کا فارغ التحصیل پہلی کا قاعدہ الف آم اور ب بلی بھی نہیں پڑھا سکتا؟ ان کو خواندہ قرار دو، ان کے معاش کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پھر میں نے سوال کیا: ہماری طرف ہزار میں سے ایک آتا ہے اور تمہاری طرف نو سو ننانوے ہیں۔ تمہیں ایک فی ہزار کی روٹی کی فکر ہے اور نو سو ننانوے کے دین کی کوئی فکر نہیں؟ تم ان کے دین کی فکر کرو، دین کو اسکول کالج میں داخل کرو، اُن کا دین بن جائے اور اِن کا معاش حل ہو جائے گا۔

معاش کے مسئلہ پر حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ:

(۱)......ایک سرکاری وفد آپ کے پاس آیا کہ آپ یہ درخواست دے دیں کہ آپ کے مدرسہ کے فاضل کو مولوی فاضل کا درجہ دے دیا جائے، جب یہ درخواست منظور ہو جائے گی تو ملازمت بھی مل جائے گی تو فرمایا: "اب کوئی دین سمجھ کر پڑھنے آجاتا ہے، پھر تو یہ بھی نہ ہوگا"۔

(۲)......ایک دوسرا وفد آپ کے پاس آیا کہ جو آپ کے پاس تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کی معاش کا کیا فکر کرتے ہو؟ فرمایا: "ہم دین، فکرِ معاد کے لئے پڑھاتے ہیں، معاش خود حل کرے یا حکومت جو دعوے دار ہے، وہ حل کرے"۔

(۳)......ایک مقتدر ہستی نے مذاکرہ میں کہا کہ دینی مدارس میں انگریزی داخل کی جائے تو بندہ نے کہا کہ یہ نحوست کیوں داخل کرنی ہے؟ انہوں نے کہا: شرح تہذیب کی نحوست نہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ شرح تہذیب کی

نحوست اکابر نے دور کردی، ہم سے انگریزی کی نحوست زائل نہ ہو سکے گی۔ دیو بند میں مدرسہ کی بنیاد خالص حفاظتِ دین کے لئے رکھی گئی کہ ہمارا قرآن محفوظ رہے اور ہمارا دین محفوظ رہے۔ انگریز کے دور سے پہلے دینی مدارس، علماءِ دین، دین کی تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے تھے، انگریز نے آ کر دینی مدارس بند کر دیئے اور علماء کے لئے جو اوقاف کی طرف سے عہدے تھے وہ ضبط کر لئے۔ بنگال، دہلی اور سندھ میں کثیر تعداد میں مدارسِ دینیہ بند کئے گئے اور جو بڑے مدارس تھے ان کا نصاب تبدیل کر دیا۔ اس میں انگریزی اور دوسرے علوم عصریہ داخل کر دیئے تاکہ مسلمانوں کا دین محفوظ نہ رہے۔ انگریز نے مسلمانوں سے حکومت لی تھی اور مسلمانوں نے مزاحمت بھی کی تھی اس لئے اس نے مسلمانوں کے دین کو ختم کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے۔

نمبرا:...... جو اوپر مذکور ہوا۔ نمبر۲:...... ملک سے قرآن پاک کے نسخے خرید کر ضائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کو علماء نے حفظِ قرآن مجید کے ذریعہ ناکام کیا۔ نمبر۳:...... عیسائی مبلغ بھیجے کہ لوگ عیسائی مذہب قبول کر لیں۔ علماء نے اس کے خلاف مناظرے کر کے ان کو ناکام کیا۔ نمبر۴:...... عیسائی مشنری اسکول اور ہسپتال قائم کئے جن میں عیسائیت کی تبلیغ کی جائے۔ نمبر۵:...... اس ملک میں دینی تعلیم فقہ حنفی میں تھی اس کے روکنے کے لئے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے والے فرقے کی پشت پناہی کی گئی، جس کو علماء نے تحریر اور تقریر کے ذریعہ دفع کیا۔ نمبر۶:...... اس ملک کے لوگ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور والہانہ عقیدت رکھتے تھے، اس لئے ایک جعلی نبی غلام احمد قادیانی کھڑا کیا اور حکومتی سطح پر اس کو اونچا کرنے کی کوشش کی تاکہ نئے نبی کو مان کر مسلمان مزاحمت ترک کر دیں۔ علمائے دیوبند نے ان کا پیچھا کیا اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت بنایا اور پانچ سو علماء کی بیعت کرائی۔

الحاصل، علماءِ دیوبند نے ہر محاذ پر انگریز کی سازشوں کو ناکام بنایا تاکہ اس ملک میں دین محفوظ رہے۔ بعد میں دار العلوم دیوبند کی شاخیں ایک ایک علاقہ میں قائم ہوئیں۔ انگریز نے جب دیکھا کہ یہ دیوبند والے رکاوٹ بنتے ہیں تو اس نے ایک ایسے فرقے کی سرپرستی کی جس نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے لگا کر عوام کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی۔

علماءِ دیوبند نے ہر چہار طرف سے آنے والے ان طوفانوں کا نہ صرف مقابلہ کیا، بلکہ عوام کے دین وایمان پر پہرہ دینے کیلئے بے سروسامانی میں بھی چندہ مانگ مانگ کر مدارس کو باقی رکھا۔ جامعہ خیر المدارس میں پاکستان بننے سے پہلے طالب علموں کے لئے گھروں سے باری باری روٹی مانگ کر لائی جاتی تھے۔ میں خود دورانِ تعلیم چار سال تک روٹی مانگ کر لاتا رہا۔ تو دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد حفاظتِ دین کے لئے تھی، دین کے خلاف چلنے والی ہر تحریک کا دیوبندیوں نے مقابلہ کیا، اس لئے دیوبند والوں پر طعن کرنا کہ انہوں نے علوم عصریہ سے ان بچوں کو دور رکھا، غلط ہے۔ دین مخالف تحریکوں کا مقابلہ اور مدارس کو باقی رکھنا کوئی آسان کام نہیں، جامعہ خیر المدارس کی بنیاد رکھی گئی تو تین دن تک طلبہ بھوکے رہے، کسی نے آ کر زکوٰۃ کا سو روپیہ دیا تو طلباء کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا، اسی طرح اساتذہ کیلئے تنخواہوں کا بھی کچھ انتظام نہیں تھا، اسی طرح کے حالات سے دار العلوم دیوبند بھی گذرا ہے۔ ان حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دیوبند کی تحریک حفاظتِ دین کیلئے تھی۔

جب ہم پڑھتے تھے تو لوگ سوال کرتے تھے کہ پڑھ کر کیا کرو گے؟ کس لئے پڑھتے ہو؟ ہمارا جواب اساتذہ کا سکھلایا ہوا تھا کہ ہم دین کی حفاظت کے لئے پڑھتے ہیں، ایک وقت آجائے گا کہ دین کو نافذ کرنے والے بھی آجائیں گے۔

علومِ عصریہ کی اہمیت کا احساس:...... ہمارے بزرگوں کو بھی یہ احساس تھا کہ ایسے لوگ تیار کئے جائیں جن کے پاس علوم دینیہ بھی ہوں اور علوم عصریہ بھی، چنانچہ اس مقصد کے لئے متعدد نصاب ترتیب دئے گئے، چنانچہ حضرت نانوتویؒ نے بچوں کے لئے اسکول سے پہلے پڑھایا جانے والا ایک مختصر نصاب ترتیب دیا تھا، حضرت تھانویؒ نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک ایسے ادارے کی تجویز دی تھی جس میں درس نظامی کے فضلاء کو علوم عصریہ پڑھائے جائیں۔ حضرت مدنیؒ نے بھی ایک نصاب ترتیب دیا تھا، حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ جدید فلسفہ کے ذریعہ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کے رد پر کوئی کتاب نصاب میں شامل ہونی چاہیے، لیکن ان تمام تجویزات کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا، اس لئے کہ دینی مدارس سے الگ اس طرح کے ادارہ قائم کرنے کے لئے وسائل کی کمی کا سامنا رہا، مدارس میں یہ چیزیں اس لئے شامل نہیں کی گئیں کہ درس نظامی کا نصاب خود اتنا مشکل ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور نصاب کو ضم کرنا انتہائی دشوار ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے بڑوں کے سامنے ایسی مثالیں بھی تھیں کہ جن میں یہ تجربہ ناکام ہوا، چنانچہ ندوۃ العلماء لکھنو، جامعہ ملیہ دہلی، جامعہ ربانیہ ملتان اور جامعہ عباسیہ بہاولپور جیسے اداروں کی بنیاد اسی لئے تھی کہ ان میں علوم دینیہ اور عصریہ ساتھ ساتھ پڑھائے جائیں گے، مگر رفتہ رفتہ ان اداروں میں عصری علوم ہی غالب آگئے، اور دینی تعلیم تقریباً ناپید ہوگئی۔ چنانچہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کی مثال ہمارے سامنے ہے، جس میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبدالخالقؒ، علامہ غلام محمد گھوٹویؒ اور علامہ شمس الحق افغانیؒ جیسے حضرات پڑھاتے رہے، مگر آخر میں عصری علوم ہی اس پر غالب آئے۔

اب حالات پلٹا کھا چکے، ہیں مدارس اب ریاستوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، وسائل کی فراوانی ہے، اس لئے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس ناکارہ کے ذہن میں کچھ تجاویز ہیں جو میں عرض کرتا ہوں:

(۱)...... درسِ نظامی میں علوم عصریہ کو داخل نہ کیا جائے، البتہ عقائد کے جدید مسائل پر ایک کتاب لکھ کر نصاب میں اضافہ کر دیا جائے، اس کے لئے جید علماء کی خدمات لی جائیں۔

(۲)...... مدارس عصریہ، دینی مدارس سے الگ قائم کئے جائیں، جن میں حکومت کا منظور شدہ نصاب پڑھایا جائے، مگر ساتھ میں اتنا دین بھی شامل کیا جائے جس سے طالب علم قرآن کا اور ضروری مسائل کا علم حاصل کر لے، ایک حدیث کی کتاب پڑھا دی جائے اور تقابل ادیان سے باطل فرقوں کی رد کے قابل بنایا جائے۔ ان عصری اداروں میں عصری علوم پڑھانے کے لئے دین دار اور صحیح عقیدہ والے اساتذہ مقرر کیے جائیں۔ ان اداروں کو بڑے جامعات اپنی شاخ کے طور پر بھی بنا سکتے ہیں، مگر تعلیم کا معیار ایسا ہو کہ ہمارے ہاں علومِ عصریہ پڑھے ہوئے طلبہ کسی بھی طرح معیاری

سمجھے جانے والے اداروں کے طلبہ سے استعداد میں کم نہ ہوں۔

۲......وفاق المدارس ایسا نظام وضع کرے کہ جس کے تحت تمام مدارس میں نہیں بلکہ منتخب مدارس میں علومِ عصریہ کے شعبے کھولے جائیں، اور اس سلسلہ میں مدارس کی حدود متعین کی جائیں کہ کون کتنا پڑھا سکتا ہے۔

۳......علوم عصریہ میں بھی بعض جامعات کیلئے تخصص کے درجات قائم کئے جائیں، جہاں پر چھوٹے جامعات سے بچے پڑھ کر آئیں، پھر ان کو جس فن سے مناسبت ہو، اُس کا ماہر بنا کر میدانِ عمل میں بھیجا جائے۔ وکالت، قضا، تعلیم، اقتصادیات، معاشیات، اور معقولات و فلسفہ اور تقابل ادیان کے شعبہ جات قائم کئے جائیں۔

خلاصہ یہ کہ دینی مدارس کو علوم عصریہ سے خلط کر کے تباہ نہ کیا جائے، بلکہ علوم عصری والوں کو دین میں داخل کر کے انہیں دیندار بنانے کی کوشش کی جائے۔ آج کل وہ دینی مدارس جن کے پاس وافر بجٹ ہے وہ پہل کریں، اور مدارس سے ہٹ کر ایسے شعبے قائم کریں جن میں علوم عصریہ کا معیاری انتظام ہو۔ بندہ نے جامعہ خیر المدارس کے مہتمم جو کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں، ان کو یہی مشورہ دیا تھا کہ اس کے لئے مستقل ادارے کھولے جائیں، چنانچہ ادارہ خیر المعارف ملتان اور جامعۃ الخیر لاہور کی بنیاد انہی اصولوں پر رکھی گئی ہے، آگے ترقی دینا اصحاب علم و فضل اور اہلِ ثروت لوگوں کا کام ہے۔

الحاصل:......دینی اداروں کو عصری نہ بنایا جائے بلکہ عصری مدارس کو دین کی تعلیم مہیا کی جائے جو ادارے اخلاص و محنت کے ساتھ درس نظامی پر محنت کرنا چاہتے ہیں ان کو دینی تعلیمات کے لئے ہی خاص رکھا جائے اور جو ادارے اور لوگ روشن خیال ہیں اور وہ درس نظامی کی اہمیت اور افادیت کے قائل نہیں ان کو الگ دینی تعلیم دی جائے۔ ممکن ہے میری گذارشات کو پذیرائی دے کر کوئی انقلابی قدم اٹھایا جائے۔

درس نظامی کی افادیت و جامعیت:......درس نظامی کی افادیت کے متعلق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ایک ملفوظ آخر میں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

> ”جہاں تک (دینی) نصاب کا تعلق ہے، وہ درس نظامی سے بہتر دوسرا نہیں ہے۔ سو برس سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور اسی سے اِس سو سال میں بڑے بڑے معیاری اور مثالی علماء و فضلاء تیار ہو کر قوم کے لئے فائدہ رساں ثابت ہو چکے ہیں۔ کسی ملک اور خطہ کی خاص ضروریات یا وقت کے تقاضوں سے اگر جزوی ترمیم ہو تو مضائقہ نہیں، لیکن نوعی طور پر اس کی تبدیلی مفید نہ ہوگی ۔ یہ جزوی ترمیمات مختلف مدارس کے مختلف نصابوں کو سامنے رکھ کر بآسانی کی جاسکتی ہیں، پھر بھی نصاب کی عمدگی کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ مربی اساتذہ صحیح نہ ہوں، اس لئے نصاب سے زیادہ انتخابِ استاد پر ہمت صرف کئے جانے کی ضرورت ہے، نصاب اور استاذ صحیح ہو جانے پر بقیہ نظامہائے عمل خود بخود اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں“۔

☆......☆......☆